اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی نئی عبادت گاہوں کی تعمیر فقہاء کی آراء کا تحقیقی مطالعہ

A research study of the opinions of jurists on the construction of new places of worship for non-Muslims in the Islamic state

Dr. Ruqia Bano
Lecturer, Department of Islamic Studies, The women university Multan:
ruqia.6089@wum.edu.pk

Sumera Bashir
MA Islamic Studies, The Women University Multan:
Sumairab230@gmail.com

Abstract:

In Muslim states, the rights of minorities and their tolerance have become a big issue, where on the one hand, the non-Muslim world is torturing Muslims within some Islamic states, and on the other hand،minorities also have complaints about the behavior of Muslims, in this regard, the opinion of Muslims is the same regarding religious tolerance, but some sections are not aware of the limits of religious tolerance They forget the Islamic beliefs and rules while being tolerant towards the minorities, which is dangerous for the Islamic ideology itself. At this time, there have been many ideological changes in the entire Muslim world. In Islamic states, bills are being passed to build places of worship for non-Muslims, which have angered the religious community.This article will examine this point. What is the opinion of Islamic jurists on the construction of places of worship for non-Muslims in the Islamic state-And what is the law made in Islamic Shari'ah.

Keywords: Islamic State, Non Muslims Right, Construction of worship Places, Tolerance

روزِ مین پر آباد ہونے والی ہر ریاست کسی تخصیص اور نظریہ کے تحت وجود میں آئی۔ دنیا میں جتنی ریاستیں ہیں ان کی تقسیم کسی خاص اصول کے تحت منقسم ہے اور یہ تقسیم کسی صورت بھی ختم نہیں ہو سکتی لیکن صرف اسلام کا امتیاز ہے اس نے بلا تخصیص رنگ و نسل، زبان اور علاقے کے نوع انسانی کو ایک لا الہ الا اللہ کے جھنڈے کے نیچے جمع کیا ہے۔ اس لحاظ اسلامی نقطہ نظر سے کائنات میں صرف دو قسم کی ریاستیں ہیں:

"دار الاسلام: البلاد التي غلب فيها المسلمون وكانوا فيها آمنين يحكمون بأنظمة الاسلام[1]"

دار الاسلام وہ علاقہ جہاں مسلمانوں غالب اکثریت میں ہوں اور وہ وہاں اسلامی نظام کے تحت امن سے حکومت کرتے ہوں۔

دار الكفر :البلاد التي يكون فيها المسلمون قلة والحكم فيها بغير أنظمة الاسلام[2]

دار الکفر: وہ علاقہ جہاں مسلمانوں کی اقلیت ہو اور وہاں غیر اسلامی نظام حکومت قائم ہو۔

ریاست کی اسلامی تناظر میں جو باقی اقسام ہیں دار العہد، دار الامن وہ دار الکفر کی جزوی اکائی ہیں ۔اسلام امن و سلامتی اور احترام ادمیت کا داعی ہے اس لیے اسلامی ریاست (دار الاسلام) اپنے اندر رہنے والے افراد کو بلا تفریق مذہب وملت کے تمام قسم کے انسانی حقوق مہیا کرتی ہے ۔اس میں جہاں معاشی خوشحالی اور معاشرتی تعاون کا حق شامل ہے وہاں مکمل مذہبی آزادی بھی مہیا کی گئی ہے۔

اسلام انسانوں کو تمام ضروری بنیادی انسانی حقوق مہیا کرتا ہے۔وہ اپنی ریاست میں رہنے والی افراد کو ذہنی طور پر اتنا مطمئن اور بے فکر کر دیتا ہے کہ وہ بلا خوف وخطر اپنے غیر مذہب ومتضاد نظریہ کے حامل افراد کے درمیان اتنی ہی آزادی سے معاشی، معاشرتی اور مذہبی خوشحالی وترقی کی راہ پر گامزن رہتا ہے۔چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور غیر مسلم سے مراد ہر وہ شخص ہے جو دین اسلام کے جملہ عقائد و ارکان یا کچھ ارکان و عقائد کا انکار کر دے ،اور شریعت کی اصطلاح میں اسے کافر کہتے ہیں:

"الكافر: اسم فاعل ج كافرون وكفرة وكفار، من لا يؤمن بالله ولا بمحمد رسول الله، أو من ينكر ما هو معلوم من الاسلام بالضرورة، أو ينتقص من مقام.الله تعالى أو الرسالة "[3]

---

[1] محمد رواس قلعجي - حامد صادق قنيبي ,معجم لغة الفقهاء, دار النفائس للطباعة والنشر والتوزيع,الطبعة: الثانية، 1408 هـ - 1988 ,خرب دال ,ص205

mḥmd rwās qlʿğyḥāmd ṣādq qnyby, mʿğmlġẗ ālfqhāʾ, dār ālnfāys llṭbāʿẗ wālnšr wāltwzyʿ,ālṭbʿẗ: ālṯānyẗ, 1408 h 1988 ʿ,ḫrb dāl, P.205

[2] ایضا,205

Ibid, P.205

[3] محمد رواس قلعجي - حامد صادق قنيبي، معجم لغة الفقهاء،،دار النفائس للطباعة والنشر والتوزيع، الطبعة: الثانية، 1408 هـ - 1988 ء،حرف الكاف ،ص375

کافر اسم فاعل ہے اس کی جمع کافرون، کفرہ اور کفار ہے، جو اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ پر ایمان نہ لائے، یا اسلام کی ضروریات میں سے کسی معلوم ضرورت کا انکار کرے، یا اللہ اور اس کی رسالت کے مقام کی تنقیص کرے "اللہ پر ایمان نہ لانے والا۔"

کفار کی کئی اقسام ہیں ان میں اہل کتاب یہود و نصاری جو سابقہ الہامی کتب اور انبیاء پر ایمان لانے والے ہیں لیکن محمد ﷺ اور قرآن پاک کا انکار کرنے والے ہیں اسی طرح دوسری قسم کے وہ مشرکین کفار جو کسی بھی الہامی مذہب اور اس کے جملہ اعتقادات کا انکار کرتے ہوئے بتوں، آگ پتھر یا مورتی کی پوجا کرتے ہیں۔ اسلام کا اصول ہے "وَالْآدَمِيُّ مُكَرَّمٌ شَرْعًا وَإِنْ كَانَ كَافِرًا "[4] آدمی شرعا محترم ہے اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام اسی فلسفے کو مد نظر رکھتے ہوئے انسانوں کو تمام ضروری بنیادی انسانی حقوق مہیا کرتا ہے۔ قرون اولی میں کسی بھی جگہ جب کوئی اسلامی ریاست قائم ہوتی تو اس میں بسنے والے غیر مسلم یا کفار دو قسم کے ہوتے تھے:

"معاہد: المعاهد: بضم الميم وفتح الهاء اسم مفعول من عاهد فلانا: أعطاه عهدا ".من أبرم معه أو مع دولته معاهدة صلح أو معاهدة عدم اعتداء.[5]"

معاہد: میم کے پیش اور ھاء کی زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے یہ اسم مفعول ہے، جو کسی کے ساتھ عہد کرے، یا اسے عہد دیا جائے، جو کسی فرد یا ریاست کے ساتھ صلح اور عدم اعتداء کا معاہدہ کرے۔"

معاہد ذمی اور غیر ذمی دونوں ہو سکتا ہے وہ شخص جو اپنی ریاست میں رہ کر مسلمانوں سے معاہدہ کرے وہ غیر ذمی ہو گا اور جو شخص مسلمانوں کی ریاست میں رہ کر ان سے معاہدہ کرے وہ ذمی ہو گا۔

"اہل ذمه : الذمي: من أمضي له عقد الذمة (ر: ذمة)[6]"

---

mḥmd rwās qlʿğy-ḥāmd ṣādq qnyby, mʿğm lġẗ āl-fqhāʾ,dār ālnfāys llṭbāʿẗ wālnšr wāltwzyʿ,ālṭbʿẗ :ālṯānyẗ, 1408 h 1988 ʾ, ḥrf ālkāf ,P.375

[4] ابن عابدين،محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز، دار الفكر-بيروت،الطبعة: الثانية، 1412ھ،58/1992

ābn ʿābdyn, mḥmd āmyn bnʿmr bnʿbd ālʿzyz, dār āl-fkr-byrwt, ālṭbʿẗ :ālṯānyẗ, 1412 h 58/1992،5

[5] محمد رواس قلعجي ،معجم لغة الفقهاء،ص438

mḥmd rwās qlʿğy, mʿğm lġẗ ālfqhāʾ, P.438

[6] ایضا،ص214

Ibid, P.214

"جس کو ذمہ کا عقد دیا جائے ایسے غیر مسلم جو ریاست میں رہتے ہیں"

اہل ذمہ کی اصطلاح عموما ان لوگوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو آخر وقت تک مسلمانوں سے لڑتے رہتے ہیں جب مسلمان ان پر غالب آجائیں اور ان کی ریاست میں فاتح بن کر داخل ہوں تو وہاں کے لوگ اہل ذمہ بن جاتے ہیں، اہل ذمہ کا لفظ "ذمہ" سے ماخوذ ہے جس کا مطلب عہد و، کفالت و ضمانت ہے۔ اسی وجہ سے ایسے غیر مسلم افراد کو اسلامی ریاست کی اطاعت اس ریاست میں رہتے ہوئے قبول کر لیتے ہیں انہیں اہل الذمہ کہتے ہیں۔ ان تعریفات کی رو سے اہل ذمہ میں اسلامی ریاست میں رہنے والا ہر غیر مسلم (معاہد، غیر معاہد) شامل ہے۔ اسلام کی تعلیمات کا ایک کثیر حصہ اہل الذمہ کے حقوق فرائض پر مشتمل ہے:

"عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا، أَوِ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»"[7]

نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اس کا نقصان کیا یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو میں قیامت کے دن میں خود اس کا مستغیث بن کر آوں گا۔

ایسی کئی احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں جس میں معاہد یا ذمی (اقلیتوں) کے جان و مال کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے اور ان کا جان و مال کی حفاظت بھی اسلامی ریاست کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے۔

"عَقْدَ الذِّمَّةِ أَفَادَ لَهُ عِصْمَةَ مَالِهِ عَلَى التَّأْبِيدِ[8]"

عقد ذمہ ہمیشہ مال کی حفاظت کا فائدہ دیتا ہے۔

---

[7] ابو داؤد ،سلیمان بن اشعث،سنن ابي داود ، كتاب الخراج والفيء والإمارة،باب في تعشير اهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات،بیت الافکارالدولیۃ،ریاض السعودی العربیۃ،1998ء ،ح3052

ābw dāwd, slymān bn āšʿṯ, snn āby dāwd, ktāb ālẖrāǧ wālfyʾ wālāmārẗ, bāb fy tʿšyr āhl ālḏmẗ āḏā āẖtlfwā bāltǧārāt, byt ālāfkārāldwlyẗ, ryāḍ ālsʿwdy ālʿrbyẗ1998،ʾ ẖ3052

[8] علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587ھ)،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، دار الكتب العلمية،الطبعة: الثانية ، 1406ھ - 1986ء،91/7

ʿlāʾ āldyn, ābw bkr bn msʿwd bnā ẖmd āl-kāsāny ālẖnfy) āl-mtwfy587 :h(- bdāyʿ ālṣnāyʿ fy trtyb ālšrāyʿ, dār ālktb ālʿlmyẗ, ālṭbʿẗ :ālṯānyẗ,1406 h1986 - -ʾ91/7،

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مسلمان آیا جس نے ایک ذمی کو قتل کیا تھا جب اس کا قتل ثابت ہو گیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا:

"مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّتُنَا فَدَمُهُ كَدَمِنَا، وَدِيَتُهُ كَدِيَتِنَا۔[9]"

"جس کا ہم ذمہ لیں اس کا خون ہمارے خون کی مانند ہے اور اس کی دیت ہماری دیت کی مانند ہے۔

لیکن دور حاضر میں اب جب جنگوں کا سلسلہ تقریبا ختم ہو چکا ہے اور تمام اسلامی ریاست میں اقلیتیں موجود ہیں جنہیں اہل ذمہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ دنیا کی گلوبلائزیشن کی وجہ سے معاشی اور تعلیمی ضرورتوں کے لیے دنیا بھر کے افراد اپنے ملک سے دیگر ممالک کا رخ کرتے ہیں بعض اوقات وہیں رہائش بھی اختیار کر لیتے ہیں اور انہیں طویل عرصہ وہاں کی رہائش اور حکومت کی ریکورمنٹس پوری کرنے کی وجہ سے وہاں کی نیشنلٹی بھی مل جاتی ہے اس صورت میں وہ اسی ملک کے رہائشی قرار پاتے ہیں اسی طرح اسلامی ریاستوں میں بھی یا تو وہ غیر مسلم موجود ہیں جو شروع سے ہی وہاں آباد ہیں یا وہ جو تلاش معاش یا تعلیمی ضرورتوں کی وجہ سے وہاں آتے ہیں اور وہیں کی نیشنلٹی اختیار کر لیتے ہیں اسلامی ریاست میں رہ کر ریاست کے قانون کی پوری پاسداری کرتے ہیں مسلم افراد کی طرح گورنمنٹ کے تمام محصول بھی ادا کرتے ہیں۔ اسی تناظر میں انہیں ایک عام مسلم شہری کے برابر ہی تمام حقوق میسر ہوتے ہیں۔ اور جدید ٹیکنالوجی نے تمام دنیا کے افراد کو اپنے حقوق سے آگاہ کر دیا ہے جس کی وجہ یا تو ریاستیں وہ حقوق ادا کرنے پر مجبور ہیں یا اپنے قوانین کے تحت حقوق ادا کرنے کی پابند ہیں۔ اگر عدل کے تناظر میں دیکھا جائے جب ریاستیں کسی فرد کی صلاحتوں سے فائدہ اٹھاتی ہیں اس کی ذاتی محنت بعد اس سے ٹیکسز وصول کرتی ہیں اور وہ افراد بغیر کسی قسم کی تخریب کاری کے اس ریاست میں ایک مہذب شہری کی طرح رہائش پزید ہوتے ہیں تو ان شہریوں کو ہر قسم کی سہولیات اور بنیادی انسانی حقوق فراہم کرنا ہر ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔

---

[9] البيهقي, أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى: 458هـ) السنن الكبرى, والمحقق: محمد عبد القادر عطا,دار الكتب العلمية، بيروت – لبنات,الطبعة: الثالثة، 1424 هـ - 2003 م,15934ح

ālbyhqy, āḥmd bn āl-ḥsyn bn ʿly bn mwsy āl-ḫsrwǧrdy āl-ḫrāsāny, ābw bkr ālbyhqy(āl-mtwfy458 :h-) ālsnn ālkbry, wālmḥqq: mḥmdʿbd āl-qādrʿṭā, dār āl-ktb ālʿlmyt, byrwt - lbnāt, ālṭbʿt :āl-ṯālṯt, 1424 h-- 2003 m,15934ḥ

مسلم ریاست کا قانون ہو یا فقہ، اقلیتوں کے تمام معاشی معاشرتی، سماجی اور تعلیمی حقوق کے حوالے سے یکساں مؤقف کے آئینہ دار ہے۔ اور جہاں تک اپنے مذہب کی تعلیمات پر عمل کرنے کی بات ہے تو فقہ اسلامی کا مؤقف یہ ہے کہ تمام اقلیتیں اپنے مذہب کی عبادات اور رسومات اپنے حلقے کے اندر ادا کرنے میں آزاد ہیں اور وہ اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کرنے میں بھی آزاد ہیں۔ اس قانون کا اطلاق عہد رسالت میں کیا گیا آپ ﷺ نے اہل نجران کے لیے جو خط تحریر کیا اس میں ایک عبارت و نصیحت یہ بھی تھی۔

"ولنجران وحاشيتها جِوَارُ اللَّهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأَرْضِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَغَائِبِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَعَشِيرَتِهِمْ وَبِيَعِهِمْ وَكُلِّ مَا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ، لَا يُغَيَّرُ أُسْقُفٌ من أسيقفيته وَلا رَاهِبٌ مِنْ رَهْبَانِيَّتِهِ وَلا كَاهِن من كهنته وَلَيْسَ عَلَيْهِ ذَنبه. وَلا دَمَ جَاهِلِيَّةٍ وَلا يَخْسَرُونَ وَلا يَعْسِرُونَ وَلا يَطَأُ أَرْضَهُمْ جَيْشٌ. وَمَنْ سَأَلَ مِنْهُمْ حَقًّا فَبَيْنَهُمُ النَّصَفُ1 غَيْرَ ظَالِمِينَ وَلا مَظْلُومِينَ.[10]"

نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے اللہ اور اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ ہے۔ ان کی اموال، ان کی جانیں، ان کی شریعت، حاضر و غائب افراد، ان کی عبادت گاہوں اور ان کے گرجاگھروں کی حفاظت کی جائے گی۔ کسی پادری کو اس کے مذہبی رتبے سے، کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے اور کسی کاہن کو اس کی کہانت سے ہٹایا نہیں جائے گا اور ان کی زیر ملکیت ہر چیز کی حفاظت کی جائے گی, نہ ہی جاہلیت کے کسی خون کا بدلہ لیا جائے گا نہ انہیں خسارا پہنچایا جائے گا نہ انہیں تنگی دی جائے گی نہ ان کی زمین پر حملہ کیا جائے گا، اگر ان میں سے کوئی اپنا حق مانگے تو آدھا دیا جائے گا نہ ظلم کیا جائے نہ ہی ظلم برداشت کیا جائے گا۔

اللہ کے رسول ﷺ کی دی ہوئی یہ امان سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور میں جاری رکھی اور انہیں یہی عہد دیا اس کے بعد جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں یمن سے عراق کی طرف جلاوطن کیا صرف اس لیے کہ وہ

---

[10] ابو يوسف ، يعقوب بن إبراهيم بن حبيب بن سعد بن حبتة الأنصاري (المتوفى : 182ھ)،الخراج،المكتبة الأزهرية للتراث،قاہرہ ،مصر،س ن ،ص185

ābw ywsf, yʿqwb bn ābrāhym bn ḥbyb bn sʿd bn ḥbtẗ ālānṣāry) ālmtwfy182 :h(-, ālḫrāǧ, ālmktbẗ ālāzhryẗ lltrāṯ, qāhrh, mṣr, sn, P.185

مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچائیں لیکن ان میں سے امن سے رہنے والوں کے لیے امان کو جاری رکھا۔ لیکن ان سے لیے جانے والے ٹیکس میں کچھ اصطلاحات بھی کیں۔ لیکن جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دور آیا ور بشپ اور پادری ان کے پاس آئے اور اپنے پر لاگو کیے جانے والے ٹیکس کی شکایات کیں تو آپ نے ان کی تمام شکایات دور کر دیں اور نبی ﷺ کی دی ہوئی امان کو انہی شکوں کے ساتھ واپس جاری کر دیا۔

یہ تمام عبارات بتاتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان کے خلفائے راشدیں اور بعد کے ادوار میں اقلیتوں کے حقوق کی کس قدر رعایت کی گئی اور انہیں کچھ معمولی سی تکلیف بھی نہیں پہنچائی۔ فقہ اسلامی کا ایک بڑا حصہ اقلیتوں کے حقوق اور ان کے حقوق کے تحفظ پر مشتمل ہے، اقلیتوں کے شخصی معاملات (Personal Law) کو ان کے اپنے مزہب کے مطابق طے کرنے کی ازادی دی گئی ہے۔ جو افعال ان کی شریعت میں حلال اور اسلام میں حرام ہیں انہیں کرنے کی آزادی بھی مہیا کی گئی ہے لیکن وہ افعال جو اسلام اور ان کی اپنی شریعت دونوں میں ممنوع ہوں انہیں ان افعال کے کرنے سے روکا جائے گا:

"وَلَا يُمَكَّنُونَ مِنْ إظْهَارِ صَلِيبِهِمْ فِي عِيدِهِمْ؛ لِأَنَّهُ إظْهَارُ شَعَائِرِ الْكُفْرِ، فَلَا يُمَكَّنُونَ مِنْ ذَلِكَ فِي أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ، وَلَوْ فَعَلُوا ذَلِكَ فِي كَنَائِسِهِمْ لَا يُتَعَرَّضُ لَهُمْ وَكَذَا لَوْ ضَرَبُوا النَّاقُوسَ فِي جَوْفِ كَنَائِسِهِمْ الْقَدِيمَةِ لَمْ يُتَعَرَّضْ لِذَلِكَ؛ لِأَنَّ إظْهَارَ الشَّعَائِرِ لَمْ يَتَحَقَّقْ، فَإِنْ ضَرَبُوا بِهِ خَارِجًا مِنْهَا لَمْ يُمَكَّنُوا مِنْهُ لِمَا فِيهِ مِنْ إظْهَارِ الشَّعَائِرِ، وَلَا يُمْنَعُونَ مِنْ إظْهَارِ شَيْءٍ مِمَّا ذَكَرْنَا مِنْ بَيْعِ الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيرِ، وَالصَّلِيبِ، وَضَرْبِ النَّاقُوسِ فِي قَرْيَةٍ، أَوْ مَوْضِعٍ لَيْسَ مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ[11]"

انہیں اپنی عیدوں پر اپنی صلیب دکھانے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کفر کی رسومات کو ظاہر کرتا ہے، اس لیے انہیں مسلمانوں کی سرزمین میں ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے کنائس میں ایسا کریں تو اس کی انہیں اجازت ہے، اگر وہ اپنے قدیم کنائس میں ناقوس بجائیں تو بھی ان پر کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہ ان کے مذہبی

---

[11] علاء الدين الكاسانى ، أبو بكر بن مسعود بن أحمد (المتوفى: 587ھ)،بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ، دار الكتب العلمية،الطبعة: الثانية، 1406ھ - 1986ء،113/7

ʿlāʾ āldyn ālkāsāny, ābw bkr bn msʿwd bn āḥmd(ālmtwfy587:h-)bdāyʿālṣnāyʿfy trtyb ālšrāyʿ, dār āl-ktb ālʿlmyt, ālṭbʿt: āl-ṯānyt,1406 h1986 -ʾ,113/7

شعائر ہیں لیکن اگر وہ ناقوس باہر بجائیں تو اس کی انہیں اجازت نہیں، انہیں اپنی بستیوں میں جو مسلمانوں کے شہر نہیں شراب و خنزید کی خرید و فروخت، صلیب اور ناقوس بجانے کی اجازت ہے۔

اسلام کی دی ہوئی اس مذہبی آزادی کا کا اظہار اس وسعت نظری کا ثبوت ہے جو اب بھی ترقی یافتہ یا لبرل ممالک میں نہیں دکھائی دیتی جہاں مسلم عورت کو حجاب کی آزادی تک میسر نہیں اسے اپنی مسلم شناخت کو برقرار رکھنے کے لیے کس قدر دقت کا سامنا ہے یہ تمام دنیا کے سامنے ہے۔ اسلامی ریاست کا پہلا اہم موٹو اعلائے کلمتہ اللہ ہے وہ اسی نظریہ کے پھیلاؤ کے لیے ہر اس فعل و امور کو سر انجام دیتی ہے جو اسلام اور مسلم کے لیے سود مند ثابت ہو۔ ذمی افراد اور اقلیتوں کو انسانی حقوق مہیا کرنے کا مقصد بھی اسلام کی حقانیت اور وسعت نظری کا ثبوت ہے جب اسلامی ریاست ان تمام اقدامات کو سر انجام دیتی ہے جس میں تمام شہری بلا امتیاز تمام حقوق حاصل کرتے ہیں تو اسلام کے لیے افراد کے دلوں میں الفت پیدا ہوتی ہے جو بعض اوقات قبول اسلام کا سبب بھی بن جاتی ہے۔

اسلامی ریاست میں کئی طرح کے غیر مسلم آباد ہوتے ہیں جو کو ان کے مذہبی شعائر کی آدائیگی کی اجازت ہوتی ہے۔ ان عبادت گاہوں کا ذکر ہمیں قرآن پاک میں بھی ملتا ہے:

"الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ-وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا-وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ-اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ[12]"

وہ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور عبادت گاہوں اور گرجوں اور کلیساؤں اور مسجدوں کو گرا دیا جاتا جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے اور بیشک اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا، بیشک اللہ ضرور قوت والا، غلبے والا ہے۔

اس آیات میں جن عبادت گاہوں کا ذکر ہے ان کی تفسیر میں امام بغویؒ رقمطراز ہیں:

---

[12] الحج،22:40

Āl-ḥğ,22:40

"{صَوَامِعُ} قَالَ مُجَاهِدٌ وَالضَّحَّاكُ: يَعْنِي: صَوَامِعُ الرُّهْبَانِ. وَقَالَ قَتَادَةُ: صَوَامِعُ الصَّابِئِينَ، {وَبِيَعٌ} بِيَعُ النَّصَارَى جَمْعُ "بَيْعَةٍ" وَهِيَ كَنِيسَةُ النَّصَارَى، {وَصَلَوَاتٌ} يَعْنِي كَنَائِسَ الْيَهُودِ، وَيُسَمُّونَهَا بِالْعِبْرَانِيَّةِ صَلُوتَا، {وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا} يَعْنِي مَسَاجِدَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[13]"

(صوامع) مجاہد اور ضحاک کہتے ہیں رہبان کے صوامع اور قتادہ کہتے صوامع صابئین کی عبادت گاہیں ہیں، (بیع) نصاری کی عبادت گاہیں اس کی جمع "بیعۃ" ہے اور یہ نساری کے کنائس کے لیے بولا جاتا ہے، (صلوات) یہود کے کنائس کو کہتے ہیں ان کا نام عبرانی میں صلوتا ہے (اور مساجد جن میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے) یعنی مسلمانوں کے مساجد نبی کریم ﷺ کی امت کے مساجد۔

اس آیت کا سبب نزول امام بغویؒ یہ بیان کرتے ہیں:

اگر اللہ تبارک وتعالیٰ آدمیوں کو ایک دوسرے سے دفع نہ کرتا تو ہر نبی کے دور میں اس کی عبادت گاہیں گرادی جاتیں، حضرت موسی علیہ السلام کے زمانے میں کنائس گر جاتے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانے میں بیع اور صوامع گر جاتے اور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مساجد گر جاتیں۔[14]

مذکورہ آیت بتاتی ہے کہ عبادت گاہوں کی حفاظت اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر زمانے میں خود ہی کروائی ہے۔ نیز یہ ایت اس بات پر بھی مدلل ہے کہ پہلے سے قائم عبدات گاہوں کو گرانا جائز نہیں:

---

[13] البغوي ، الحسين بن مسعود (المتوفى: 510هـ)،معالم التنزيل في تفسير القرآن(تفسير البغوي)،المحقق: حققه وخرج أحاديثه محمد عبد الله النمر - عثمان جمعة ضميرية - سليمان مسلم الحرش، دار طيبة للنشر والتوزيع،الطبعة: الرابعة، 1417 هـ - 1997 ء،389/5

Āl-bġwy, āl-ḥsyn bn msʿwd(ālmtwfy510:h-)mʿālm āl-tnzyl fy tfsyr āl-qrān(tfsyr ālbġwy),āl-mḥqq: ḥqqh wẖrğ āḥādyṯh mḥmdʿbd āllh ālnmr-ʿṯmān ğmʿẗ ḍmyryẗ-slymān mslm ālḥrš, dār ṭybẗ llnšr wāltwzyʿ,ālṭbʿẗ :ālrābʿẗ, 1417 h 1997 -ʾ,389/5

[14] البغوي ، معالم التنزيل في تفسير القرآن،389/5

Āl-bġwy, mʿālm āl-tnzyl fy tfsyr āl-qrān, 389/5

"قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ هَذِهِ الْمَوَاضِعَ الْمَذْكُورَةَ لَا يَجُوزُ أَنْ تُهْدَمَ عَلَى مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّةٌ أَوْ عَهْدٌ مِنْ الْكُفَّار"[15]

"ابو بکرؒ کہتے ہیں اس بات میں اس جگہ دلیل ہے کفار میں سے اہل ذمہ یا اہل عہد کی عبادت گاہوں کو منہدم کرنا جائز نہیں۔"

اس لیے شریعت اسلامیہ کا قانون اور ضابطہ یہی ہے کہ اس نے جہاں بھی علاقے فتح کیے اور جہاں بھی حکومت کی وہاں کی اقلیتوں کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کریں نیز ان کی عبادت گاہوں کو بھی کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا، اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اقلیتیں اپنی قدیم عبادت گاہوں میں عبادت کرنے میں آزاد ہیں ریاست اسلامیہ اس میں کسی قسم کی مداخلت کرنے کی مجاز نہیں۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو شام بھیجتے ہوئے احکام صادر کئے:

"لا تهدموا بيعة، ولا تغرقوا نخلا ولا تحرقوا زرعا، ولا تجسدوا بهيمة، ولا تقطعوا شجرة مثمرة، ولا تقتلوا شيخا كبيرا ولا صبيا ولا صغيرا ولا امرأة، وستجدون أقواما قد حبسوا أنفسهم في الصوامع فدعوهم وما حبسوا أنفسهم له[16]"

"ان کے بیعہ کو منہدم نہ کرنا ان کے کھجور کے درختوں کو غرق نہ کرنا ان کی کھیتوں کو مت جلانا، نہ ہی ان کے پھل دار درختوں کو کاٹنا، ان کے بوڑھوں، بڑوں، بچوں، چھوٹوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، تم ان کی ایک جماعت کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے اپ کو صوامع میں محبوس کر رکھا ہو گا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔"

---

[15] الجصاص ,أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي (المتوفى: 370هـ),أحكام القرآن,,المحقق: عبد السلام محمد علي شاهين, دار الكتب العلمية بيروت – لبنان,الطبعة: الأولى، 1415هـ/1994,,320/3

ālğṣāṣ, āḥmd bnʿly ābw bkr āl-rāzy āl-ğṣāṣ āl-ḥnfy) ālmtwfy370 :(ā,ḥkām ālqrān, ālmḥqq: ʿbd ālslām mḥmdʿly šāhyn, dār ālktb ālʿlmyt byrwt–lbnān,ālṭbʿt:ālāwly,1415 h 1994/ʿ,3/320

[16] المتقى الهندى ، علي بن حسام الدين ابن قاضي خان القادري الشاذلي الهندي(المتوفى: 975هـ) ،كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال(المحقق: بكري حياني - صفوة السقا)، مؤسسة الرسالة،الطبعة: الطبعة الخامسة، 1401هـ/1981ء،باب في أحكام الجهاد،فصل في الأحكام المتفرقة،ح11411

ālmtqy ālhndy,ʿly bn ḥsām āldyn ābn qāḍy ḫān ālqādry ālšāḏly ālhndy) ālmtwfy975:h (-, knz ālʿmāl fy snn āl-āqwāl wālāfʿāl)ālmḥqq:bkry ḥyāny - ṣfwt ālsqā (mwsst āl-rsālt, ālṭbʿt : ālṭbʿt āl-ḫāmst,1401 h1981/-ʾ,bāb fy āḥkām āl-ğhād, fṣl fy ālāḥkām ālmtfrqt, ḥ11411

اس طرح سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب دمشق اور شام کی سرحدوں سے ایران و عراق کی طرف لوٹے تو راستے میں عانات کے لوگوں کے ساتھ جو معاہدہ ان کی شرائط پر کیا:

"وَقد كَانَ مَرَّ بِبِلادِ عَانَاتٍ فَخَرَجَ إِلَيْهِ بِطْرِيقُهَا فَطَلَبَ الصُّلْحَ فَصَالَحَهُ وَأَعْطَاهُ مَا أرد عَلَى أَنْ لَا يَهْدِمَ لَهُمْ بَيْعَةٍ وَلا كَنِيسَةٍ وَعَلَى أَنَّ يَضْرِبُوا نَوَاقِيسَهُمْ فِي أَيِّ سَاعَةٍ شَاءُوا مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلا فِي أَوْقَاتِ الصَّلَوَاتِ، وَعَلَى أَن يخرجُوا الصلبات فِي أَيَّامِ عِيدِهِمْ۔[17]"

"آپ عانات کے علاقے سے گزرے تو انہوں نے آپ سے صلح مانگی تو آپ نے ان سے ان کی شرائط پر صلح کرلی کہ ان کے "بیع" اور "کنائس" کو منہدم نہ کیا جائے گا، وہ نماز کے اوقات کے علاوہ دن اور رات میں سے جس وقت چاہیں اپنے ناقوس بجاسکتے ہیں، اور اپنی عید کے دنوں میں اپنی صلیب نکال سکتے ہیں۔

ہر قوم اپنی اقدار اور ثقافت کا تحفظ کرتی ہے اور غیر مسلموں یا اہل ذمہ کا حق ہے کہ وہ اپنی رویات اور ثقافت کا تحفظ کریں اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اہل ذمہ یا اقلیتوں کی عبادت گاہوں کا بھی دفاع کریں ۔اور یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ تمام فقہاء اسلام اور خلفائے مسلمین کا طرز عمل یہی رہا ہے کہ انہوں نے جن علاقوں کو فتح کیا وہاں کے مفتوح باشندوں کی عبادت گاہوں کو مسمار اور منہدم نہ کیا بلکہ ان کی عبادت گاہوں کی حدود میں انہیں ان کے تمام مذہبی شعائر کے اظہار کی بھی اجازت دی۔ یہاں تک وسعت نظری کا وہ ثبوت دیا جس کی تاریخ مثال پیش کرنے سے قاصر ہے

اسلامی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ جب دمشق فتح ہوا تو وہاں ایک کنیسہ یوحنا تھا اس کا نصف حصہ مسلمانوں نے مسجد کے لیے مخصوص کیا ور نصف میں عیسائی اپنی عبادت کرتے رہے یہان تک کہ ولید بن عبد الملک نے دمشق کے کنیسہ یوحنا کو عیسائیوں سے چھین کر مسلمانوں کی مسجد میں شامل کر دیا جب سیدنا عمر بن عبد العزیز کو عیسائیوں کی طرف سے اس بات کی اطلاع پہنچی تو آپ نے انہیں ان کا کنیسہ واپس کرنے کا حکم دیا۔ لیکن عام

[17] ابو یوسف ،الخراج،160

ābw ywsf, āl-ẖrāğ,160

مسلمانوں نے عیسائیوں کو راضی کر لیا کہ انہیں ایک اور جگہ کنیسہ دیں گے اور وہ مسجد باقی رہنے دیں تو عیسائی راضی ہو گئے۔[18]

اسلام کی یہ رواداری کچھ حدود و قیود کا تقاضا کرتی ہے اگر اس رواداری کو اس حد تک پھیلا لیا جائے جس سے خود اسلام کی عمارت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور مقاصد شرعیہ کے ضیاع کا اندیشہ ہے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو موجودہ دور میں مسلمان اسلام کی نرمی کا فائدہ غیر مسلم افراد کو دیتے ہوئے رواداری کی حدود کو اس قدر پھیلا دیتے ہیں کہ کہ غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شامل ہونا رواداری کا حصہ سمجھتے ہیں اور اسلامی ریاستوں میں ہی مندر، کلسیا، ٹیمپل، گوردوارہ کی تعمیر کا قدم اٹھایا جارہا ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے یہ ہے تو رواداری کا قدم لیکن کیا یہ ایسا قدم تو نہیں جو اعلائے کلمتہ اللہ کے نظریہ کو نقصان پہنچانے کا باعث ہو۔ اسلامی ریاست میں اقلیتوں کی نئی عبادت گاہوں کی تعمیر پر علماء اور فقہا کے نزدیک اسلاف نے اسلامی سلطنتوں میں جو تاریخی حل وضع کیے اور اپنے تاریخی تناظر میں تہذیبی تصادم کی تطبیق کے لیے جو احکام لگائے ان کا بعنیہ اطلاق دور جدید کی تہذیبی ضرورتوں کے لیے کافی ہیں۔

یہ بات پہلے ہی زیرِ مطالعہ آچکی ہے کہ اسلامی ریاست میں پہلے سے موجود غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو منہدم نہیں کرنا چاہیے لیکن فقہائے کرام کا مؤقف یہ ہے کہ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے کسی بھی غیر مسلم کو اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ نئی عبادت گاہ تعمیر کرے اس سے ان کے مذہب کا پرچار ہوتا ہے نہ کسی حکمران کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی تعمیر میں روپے یا فنڈ فراہم کرے یا غیر اللہ کے کلمہ کا اعلاء ہے جس سے اعلاء کلمتہ اللہ کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا موقف اس حوالے سے بہت واضح ہے:

"عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«لَا تُبْنَى كَنِيسَةٌ فِي الْإِسْلَامِ وَلَا يُجَدَّدُ مَا خُرِّبَ مِنْهَا» "[19].

---

[18] البلاذری ، أحمد بن يحيى بن جابر بن داود البَلَاذُري (المتوفى: 279ھ)،فتوح البلدان، دار ومكتبة الهلال- بيروت، 1988 ء،فتح دمشق و ارضها,128

Āl-blāḏry, āḥmd bn yḥyy bn ğābr bn dāwd āl-blāḏry (āl-mtwfy279 :h)ftwḥ ālbldān, dār wmktbẗ ālhlāl- byrwt, 1988ʾ,fṯḥ dmšq w ārḍhā,128

کثیر بن مرہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا آپ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دار اسلام میں کنیسہ تعمیر نہ کیے جائیں، نہ ہی کسی خراب کنیسہ کی مرمت کی جائے۔"

ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"ولَا يُمَكَّنُونَ مِنْ إِحْدَاثِ الْبِيَعِ وَالْكَنَائِسِ كَمَا شَرَطَ عَلَيْهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الشُّرُوطِ الْمَشْهُورَةِ عَنْهُ " أَلَّا يُجَدِّدُوا فِي مَدَائِنِ الْإِسْلَامِ وَلَا فِيمَا حَوْلَهَا كَنِيسَةً وَلَا صَوْمَعَةً وَلَا دَيْرًا لَا قِلَّايَةً، امْتِثَالًا لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " «لَا تَكُونُ قِبْلَتَانِ بِبَلَدٍ وَاحِدٍ» " رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.[20]"

سیدنا عمر بن خطاب کی شرائط کے مطابق نئے کنائس، اور بیع ممکن نہیں، خبر دار اسلام کے شہروں کی تجدید نہ کرو نہ وہاں کنیسہ، نہ صومعہ، نہ دیر اور نہ قلایہ بناؤ، اس کی مثال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے بیان کرتے ہیں کہ ایک ملک میں دو قبلے نہیں ہو سکتے۔ اس احمد اور ابو داؤد نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔"

امام سحنون نے امام مالک سے نئے کنائس کی تعمیر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ایسا کرنے سے منع کیا۔

"قُلْتُ: أَرَأَيْتَ هَلْ كَانَ مَالِكٌ يَقُولُ: لَيْسَ لِلنَّصَارَى أَنْ يُحْدِثُوا الْكَنَائِسَ فِي بِلَادِ الْإِسْلَامِ؟ قَالَ: نَعَمْ كَانَ مَالِكٌ يَكْرَهُ ذَلِكَ.قُلْتُ: هَلْ كَانَ مَالِكٌ يَكْرَهُ أَنْ

---

[19] ابن قيم ، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى: 751هـ)،أحكام أهل الذمة،(المحقق: يوسف بن أحمد البكري - شاكر بن توفيق العاروري)، رمادى للنشر – الدمام،الطبعة: الأولى، 1418 – 1997ء، [فَصْلٌ زَوَالُ الْأَمَانِ عَنِ الْأَنْفُسِ زَوَالٌ عَنِ الْكَنَائِسِ،1217/3

ābn qym, mḥmd bn āby bkr bn ywb bnsʿd šms āl-dyn ābn qym āl-ǧwzyẗ ālmtwfy751:h،(-āḥkām āhl ālḏmẗ) āl-mḥqq: ywsf bn āḥmd āl-bkry - šākr bn twfyq ālʿārwry (rmādy llnšr-āl-dmām, ālṭbʿẗ:āl-āwly,1997–1418ʾ,[fṣlzwāl ālālmān ʿn ālālnfs zwāln āl-knāys1217/3،

[20] ابن قيم, أحكام أهل الذمة,1193/3

ābn qym, āḥkām āhl ālḏmẗ, 1193/3

يَتَّخِذُوا الْكَنَائِسَ أَوْ يُحْدِثُونَهَا فِي قُرَاهُمْ الَّتِي صَالَحُوا عَلَيْهَا؟ قَالَ: سَأَلْتُ مَالِكًا هَلْ لِأَهْلِ الذِّمَّةِ أَنْ يَتَّخِذُوا الْكَنَائِسَ فِي بِلَادِ الْإِسْلَامِ؟ فَقَالَ: لَا إلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُمْ شَيْءٌ أَعْطَوْهُ.[21] "

میں نے کہا آپ کا کیا خیال ہے کیا امام مالک کہتے تھے ؟نصاری بلاد اسلام میں نئے کنائس تعمیر نہیں کر سکتے ہیں ؟انہوں نے جواب دیا جی ہاں ،مالک یہ ناپسند کرتے تھے۔میں نے پوچھا جن بستیوں سے مسلمانوں کی صلح ہوئی ہے کیا امام مالک وہاں نئے کنائس کی تعمیر ناپسند کرتے تھے ،انہوں نے جواب دیا کہ میں نے امام مالک سے سوال کیا کیا اہل ذمہ بلاد اسلام میں نئے کنائس تعمیر کر سکتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ نہیں سوائے اس کے کہ ان کی کوئی چیز (کنائس ،صومعہ ،دیر ،بیعہ)وہاں موجود ہو تو انہیں واپس کر دو۔"

فقہاء احناف کا مؤقف بھی بعینیہ یہی ہے:

"وَلَا) يَجُوزُ أَنْ (يُحْدِثَ بِيعَةً، وَلَا كَنِيسَةً وَلَا صَوْمَعَةً، وَلَا بَيْتَ نَارٍ، وَلَا مَقْبَرَةً) وَلَا صَنَمًا حَاوِيٌّ (فِي دَارِ الْإِسْلَامِ) وَلَوْ قَرْيَةً فِي الْمُخْتَارِ."[22]

"دار الاسلام میں کوئی نیا کنیسہ ،بیعہ ،صومعہ ،آگ والا معبدِ ،مقبرہ ،بت خانہ بنانا جائز نہیں اگرچہ کسی بستی میں ہی کیوں نہ ہو۔"

---

[21] مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني (المتوفى: 179هـ)،المدونة،دار الكتب العلمية، الطبعة : الأولى، 1415هـ - 1994ء،س بَابٌ فِي إجَارَةِ الْكَنِيسَةِ،435/3

mālk bn āns bn mālk bnʿāmr āl-āṣbḥy āl-mdny(ālmtwfy179:h) āl-mdwnẗ, dār ālktb ālʿlmyẗ, ālṭbʿẗ :ālāwly, 1415 h1994 ʾ, s bā́bʾfy āğā́rẗ āl̓-ḱnysẗ, 435/3

[22] الحصكفي, محمد بن علي بن محمد الحِصْني المعروف بعلاء الدين الحصكفي الحنفي (المتوفى: 1088هـ) ,الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار(المحقق: عبد المنعم خليل إبراهيم),دار الكتب العلمية,الطبعة: الأولى، 1423هـ- 2002ء,341

Āl-ḥṣkfy, mḥmd bnʿly bn mḥmd āl-ḥṣ̓ny ālmʿrwf bʿlāʾ āldyn āl-ḥṣkfy āl-ḥnfy(āl-mtwfy : 1088h) āl-dr āl-mẖtār šrḥ tnwyr āl-ābṣār wğāmʿāl-bḥār, āl-mḥqq:ʿbd ālmnʿm ẖlyl ābrāhym(dār āl-ktb ālʿlmyẗ, ālṭbʿẗ :ālāwly,1423 h2002ʾ,341

اس عبارت کے حاشیہ میں ابن عابدین نے لکھا ہے:

"إنَّهُ الْمُخْتَارُ، وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ إنَّهُ الصَّحِيحُ مِنْ الْمَذْهَبِ الَّذِي عَلَيْهِ الْمُحَقِّقُونَ إلَى أَنْ قَالَ: فَقَدْ عُلِمَ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ الْإِفْتَاءُ بِالْإِحْدَاثِ فِي الْقُرَى لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ زِمَامِنَا بَعْدَمَا ذَكَرْنَا مِنْ التَّصْحِيحِ وَالِاخْتِيَارِ لِلْفَتْوَى وَأَخْذِ عَامَّةِ الْمَشَايِخِ وَلَا يُلْتَفَتُ إلَى فَتْوَى مَنْ أَفْتَى بِمَا يُخَالِفُ هَذَا، وَلَا يَحِلُّ الْعَمَلُ بِهِ وَلَا الْأَخْذُ بِفَتْوَاهُ، وَيُحْجَرُ عَلَيْهِ فِي الْفَتْوَى وَيُمْنَعُ لِأَنَّ ذَلِكَ مِنْهُ مُجَرَّدُ إتْبَاعِ هَوَى النَّفْسِ وَهُوَ حَرَامٌ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ قُوَّةُ التَّرْجِيحِ، وَاَللَّهُ الْمُوَفِّقُ.[23]

"پسندیدہ مذہب یہی ہے۔ اور وہابنیہ میں ہے کہ صحیح مذہب جس پر محققین کا اتفاق ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں کسی بستی میں نئی کنیسہ، صومعہ وغیرہ کی کی تعمیر کا فتوی دینا حلال نہیں، جو اس کے مخالف فتوی دیتا ہے مشائخ اس کی طرف التفات نہیں کرتے، ایسے شخص سے فتوی لینا اور اس پر عمل کرنا حلال نہیں، اسے فتوی سے منع کیا جائے گا کیونکہ یہ خالی نفس کی اتباع ہے جو کہ حرام ہے، اس فتوی میں ترجیح کی قوت موجود نہیں۔"

امام شافعی بلاد اسلام میں نئے کنائس کی تعمیر کے حوالے سے یہ فتوی دیتے ہیں:

"قال الشافعيُّ، - رَحِمَهُ اللَّهُ -: (ويشرط عليهم أن لا يحدثوا كنيسة، ولا بيعة، ولا مجتمعا لصلواتهم) .[24]"

"شافعیؒ فرماتے ہیں ان سے یہ شرط لگائی جائے گی کہ وہ نیا کنیسہ اور نیا بیعہ نہیں بنائیں گے نہ ہی نماز کے لیے جمع ہوں گے۔"

---

[23] ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: 1252هـ)، رد المحتار على الدر المختار،دار الفكر-بيروت،الطبعة: الثانية، 1412هـ - 1992ء،202/4

ābnʿābdyn, mḥmd āmyn bnʿmr bnʿbdālʿzyzʿābdyn āldmšqy āl-ḥnfy(āl-mtwfy1252 :h-), rd āl-mḥtārʿly āldr āl-mḥtār, dār ālfkr-byrwt, ālṭbʿẗ:āl-ṯānyẗ,1412 h1992 ʾ202/4

[24] يحيى بن أبي الخير بن سالم العمراني اليمني الشافعي (المتوفى: 558هـ)،البيان في مذهب الإمام الشافعي (المحقق: قاسم محمد النوري)،دار المنهاج - جدة،الطبعة: الأولى، 1421 هـ- 2000 ء،280/12

yḥyy bn āby ālẖyr bn sālm ālʿmrāny āl-ymny ālšāfʿy (ālmtwfy558:h)āl-byān fy mḏhb āl-āmām āl-šāfʿy(āl-mḥqq:qāsm mḥmd āl-nwry), dār āl-mnhāğ-ğdẗ, ālṭbʿẗ:ālāwly, 1421 h 2000ʾ,280/12

فقہاء اربعہ اور خلفاء کا طرز عمل اس بات کا عکاس ہے کہ اسلامی ریاست میں کسی نئے مندر، نئے چرچ ،نئے ٹیمپل یا گوردوارے کی تعمیر قطعا ممنوع و حرام فعل ہے۔ اس کی دلیل علماء کے نزدیک قرآن پاک کی یہ آیت ہے:

"وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ[25]"

"اور آپ میں نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں تعاون کرو گناہ اور زیادتی کے کاموں میں مدد نہ کرو۔"

تمام علماء اور فقہاء کے نزدیک یہ کام گناہ کے کاموں میں تعاون کے مثل ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کے لیے کوئی عمارت تعمیر کی جائے ان کا یہ مؤقف اسلامی ادلہ سے ہی ماخوذ ہے اور مقاصد شریعہ کی حفاظت کے لیے بھی ضروری ہے۔ دوسری طرف وہ طبقہ ہے جن کے نزدیک تاریخ اور سلطنتوں کے کردار کا تجزیہ نئے دور کے قانونی اور اخلاقی تصورات سے کرنا چاہیے نئے تہذیبی ارتقاء اور اسلامی سلطنت کی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے طے کرنا چاہیے کہ کہاں سیاسی مصلحت پیش نظر رکھی جائے گی اور کہاں دینی تقاضوں کو مد نظر رکھا جائے گا۔ یہ طبقہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق میں یہ حق بھی شامل کرتا ہے کہ ان کی نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت دی جائے بلکہ باقاعدہ تعمیر کرنے میں حکومت مدد بھی کرے۔ بین الاقوامی تناظر میں دیکھا جائے تو اب مسلم قائدین بھی غیر مسلموں کے تہواروں ان کی عبادت گاہوں میں بطور خیر سگالی دکھائی دے رہے ہیں، یہ نظریاتی تبدیلی عنقریب امت مسلمہ میں اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان عقائد کے فرق کو ختم کرنے کا موجب بن سکتی ہے۔ اور اعلاء کلمہ اللہ کے مقصد کے منافی بھی ہے۔ بہت سے مسلم ممالک میں اس صدی کے آغاز میں ہی باقاعدہ نئے مندروں اور چرچوں کی تعمیر کے بل پاس ہوئے ہیں اور ان پر عمل بھی کیا جارہا ہے، جس پر مذہبی طبقہ انتہائی برہم ہے اور احتجاج بھی کر چکا ہے دوسری طرف لبرل طبقہ اس اقدام کو سراہا رہا ہے۔ دونوں طبقے باہم کشمکش کا شکار ہیں۔ اگرچہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ اپنے تمام شہریوں اور ان کے املاک کی حفاظت کرے اور انہیں تمام معاشرتی حقوق مہیا کرے، لیکن اسلامی ریاست میں چرچ، مندر، ٹیمپل کی تعمیر ایک بہت بڑا اقدام ہے ،اس اقدام سے قبل ریاست کو علماء، مشائخ اور مفتیان کرام سے اس اقدام کی شرعی حیثیت جاننا ہو گی اور اس کے نتائج پر بھی غور کرنا ہو گا۔

---

[25] المائدہ، 2:5

Ibid, P.2:5

نتائج تحقیق

- اقلیتوں کے جان، مال اور عزت وابرو کی حفاظت ہر ریاست کی زمہ داری ہے۔
- اقلیتوں کو کسی بھی ریاست میں رہتے ہوئے مذہبی آزادی میں ہونی چاہیے۔
- غیر مسلموں کو اپنی خاص بستیوں میں رہتے ہوئے ان کے مذہبی شعائر ادا کرنے کی آزادی اسلام بھی دیتا ہے۔
- مسلمانوں نے جس بھی علاقے کو فتح کیا جہان بھی حکومت کی وہاں کی اقلیتی برادری کی عبادت گاہوں کو منہدم نہ کیا وہاں کے پادری اور راہبوں کو ان کی عبادت گاہوں میں رہ کر عبادت کرنے سے نہ روکا۔
- اگر مفتوح علاقے میں پہلے سے کوئی عبادت گاہ کسی بھی غیر مسلم اقلیت کی ملکیت ہو تو اسے واپس کرنا بھی اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے
- تمام فقہائے اسلام کا یہی مؤقف ہے کہ کسی بھی اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنا جائز نہیں کیونکہ وہاں غیر اللہ کی پرستش ہوتی ہے۔ اور یہ اعلائے کلمتہ اللہ کے نظریہ کی مخالفت بھی ہے۔
- موجودہ دور میں بھی اسلامی عقائد و نظریات کی حفاظت کو مد نظر رکھتے ہوئے رواداری کی حدود کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

سفارشات

- تعلیمی اداروں میں اقلیتوں کے حقوق کا باقاعدہ نصاب نافذ کیا جائے جس میں انکے تمام مسائل پر شرعی احکام موجود ہوں۔
- فقہاءے اسلام ادلہ شریعہ سے استنباط کرتے ہوئے عوام وخواص کو آگاہ کریں کہ دور جدید کے تہذیبی تناظر میں اقلیتوں کے لیے کن احکام میں نرمی کی گنجائش ہے۔
- غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی تعمیر پر مفتیان، کرام اور علماء کی کونسل سے رائے طلب کی جائے۔

- طلباء و عوام میں یہ شعور بیدار کیا جائے کہ وہ اپنے عقائد و نظریات کی حفاظت کرتے ہوئے اسلامی حدود میں اقلیتوں سے ہر ممکن رواداری کا مظاہرہ کریں۔